



U132420

Title - Deewan Hasefat Mohammi (Part-3)

Creator - Sayyed Fagdul Hasan Hasefat Mohammi

Publisher - Al Naja Press (Lucknow)

Date - 1918

Pages - 12

Subjects - Urdu Sharqi - Kulliyat - D. Dawraeen

بِسْمِ اللّٰهِ

دیوانِ حضرت موبانی

حصہ سوم

سین سید فضل الحسنِ حضرت موبانی بی۔ اے سابق اڈیٹر دوئے معلیٰ علی گڑھ
کی وہ کل غزلین درج ہیں جو دیوانِ حضرت حصہ سوم کی ترتیب
و تدوین کے بعد لکھی گئیں اور

جو

اکتوبر ۱۹۱۶ء سے جولائی ۱۹۱۷ء تک
اردو زبان کے قریب قریب کل رسالوں اور اخباروں میں شائع ہو کر
عام طور پر مشہور اور مقبول ہو چکی ہیں

مرتبہ بیگم حضرت موبانی

جس کو اسحاق علی علوی نے اپنے

البتہ حسن نظر میں واقع لکھنؤ میں چھاپا

قیمت فی جلد
۳۰

ادبیگم حضرت موبانی نے علیگڑھ سے شائع کیا
۱۹۱۶ء

۲۶ جلد

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تَرْوِیْعَتِ اَلْعَت

قید خانہ مدرسہ گویا پتہ فیصل آباد کا
ہر طرف ایک شور برپا ہو مارک آباد کا
ہم رہیں ناکام یون اور کام نہ ہو
جب نتیجہ کچھ نہ نکلے کوشش برداشت
بھید کچھ کھلتا نہیں ہے آپکے ارشاد
اک نمونہ ہے چراغ رہ گدار آباد کا
اب تلک آتنا اثر باقی ہے انکی یاد کا
ختم بھی ہو گا کہین یہ سلسلہ

درس حق جی ہریان بھی حسرت آزاد کا
کامیابی پر شائبہ ناز ان ہیں ارباب ہوں
یہ بھی کیا انصاف ہوا کے دشمن اہل وفا
ٹوٹ جائے کیون نہ ہمت عاشق ناکام کی
مان لینے آپ کی خاطر وہ بھی ہم مگر
جلوہ اُسید گویا درسیان فکر و یاس
سُن کے ذکر عشق رہ جاتے ہیں اکثر خیم
لطف کی نوبت بھی اُلٹ گئی کبھی ایاز یار

شاہ جیلان سے یہ حسرت عرض ہے اسلام کی
یون نہ ہونا چاہئے تھا فیصلہ بغداد کا

وہ ان کا پردہ انکار میں اقرار کر
قیامت ہے کسی کا وعدہ دیدار کر
بے بد یاس خاطر اغیار کر
دل مجبور تو خود کردہ آزار کر
گل عصیان کو زیب طرہ دستار کر
وہ میراجیب کو دامن کو بیکار کر

دل مایوس کو گردیدہ گفتار کر لینا
سکون یاس بھی ممکن نہیں اب ہم غریب کو
کہیں آؤ جو آنا ہے کہ بولیں شاد کچھ ہم بھی
تم سے وہ نہ باز آئے تو ہمسر بھی ہوا لازم
حصولِ رحمت حق کیلئے کافی ہے عشق میں
وہ دن اب یاد آتے ہیں ہمارے خوفِ نشانی کے

[illegible]

عشق نہ تھا کہانی تھا

دل غم کی نادی دیکھو

نہیں صبا کی زبان

دل مایوس کی ہنسی

نہیں گناہ عشق ہے حسرت

نہیں گناہ عشق ہے حسرت

نہیں گناہ عشق ہے حسرت

نہیں گناہ عشق ہے حسرت

نہیں گناہ عشق ہے حسرت

نہیں گناہ عشق ہے حسرت

نہیں گناہ عشق ہے حسرت

نہیں گناہ عشق ہے حسرت

نہیں گناہ عشق ہے حسرت

نہیں گناہ عشق ہے حسرت

نہیں گناہ عشق ہے حسرت

نہیں گناہ عشق ہے حسرت

<p>تیا ب نظر آیا بی نام نظر آیا ناکامی بجران نے یہ دیکھتے جہاں ہلا اسے آو دل عاشق و معشوقی تری اندر سی مگر وہی اندری ناکامی اس قتل سے آنکھوں کو دم بھرتی رہا جبکہ کھتے تھے سترہ ماہ آزادی</p>	<p>عاشق و نظر آیا نام نظر آیا جو صبح کا ہوا تھا سو شرم نظر آیا پہلے سے ہی وہ بڑا کر خود کام نظر آیا جو شوق کیا تھنے دوسرا نام نظر آیا روئے تیرے وہ کجا ایسا آرام نظر آیا دوزخ میں تیرے تھنے تھنے نام نظر آیا</p>
--	---

<p>۱۲ رگت سلطنت</p>	<p>روانی کی گلیوں میں چھاپڑ پڑا حیران یہ عشق کا حسرت کے انجام نظر آیا</p>
---------------------	--

<p>سوچ گل میں وہ پلانا باد حسرت خیز کا سم نے وہ کچھ ہم جنوں شوریدگان شوق کا سیکڑوں کو تو دیا دل باجہ جاں بازی وہ گڑنا ہی کہی مجھے تو سننے کیلئے</p>	<p>یاد میں وہ دستیاں وہ دھڑکا ہوا ہرگز ست تیرے زمانہ شوریدگان خیز کا اس عالم میں تیرے وقت کی ریت خیز کا یاد ہے اندر تیرے کچھ رعب آئینہ کا</p>
--	--

<p>خبر پڑی</p>	<p>ایروہ قلم ہیں شد اسے اور اس کا شوق ہے حسرت کے اشتداد سے خیز کا</p>
----------------	--

<p>عاشق با غریب چو کا دھرا چشم متلش عشق و اداس بن مہر اور کجا دھل گیا یاد تیرے تیرے شہر خرام وہ دہل دیا وہی خوام</p>	<p>نیکندہ رخ آفتاب و مرا جب کہ دھڑکا ہوا ہرگز احساں یا تیرے کجا دھل گیا یہ تیرے اشتداد سے خیز کا کجاں زیارت یاد تیرے خرام</p>
--	---

<p>ہو رہا ہے سبزیاں مچھتاں سے طال بیقراری اپنی کودوں کی توخی پر تار وہ حیا پر در ملاسن طرح مجھے کیا کہوں یرخنی ہے آج کی رسم موت سے بعید اہوں خیال خاطر احباب طاسر خوش</p>	<p>سہان بچہ دی ہے سہان روز عید اور آٹھ کیا انھیں دوں ارخان روز عید بچہ دی اغرا ہے یعنی داستان روز عید کچھ تو کہے حلیہ جو پاس نشان روز عید ورنہ میں مجھ اور خوش ہوں میان روز عید</p>	
<p>یکم اربعہ ۱۹۰۶ء</p>	<p>خاطر غم دیدہ حسرت ہے مجھ غم فزون کہہ چکے ہیں بارہا ہم احسان روز عید</p>	<p>علیحدہ کالج</p>
<p>کر گئی جس سے پاکالی عتاب کی کاہم کتاب بت ستانی جو انکی دوری تلافی غم بھی بے ضروری زہر پر مٹاں جوں خیر مجھے خطر کیا ملا توں کا نفس میں مینا نہ کرے نہیں برہم چھوڑی دے</p>	<p>ہر گئی سدو دلے شکر رہ پیام و سلام کتاب ہو جلد صبح وصال بارے بگی فرقت کی شام کتاب خیال ناموس ونگ چھوڑ دینا بیک پروا نام کتاب میان امید ہوا آخر ہینگے ہم زبرد نام کتاب</p>	
<p>یہی ۱۹۰۶ء علیحدہ</p>	<p>اگرچہ خود و لفظ راہی میں گرفتار غل شاہ بھی ہوا و دکر شیکہ تجھ یہ رافت تہر تہر تہر تہر تہر</p>	<p>سین برلی</p>
<p>یہ عرض حال کرتے ہیں کسی سے ہم اہو میں بھی ہیں آمد مسلسل بوسا کی ۱۔ غلط بیان رد غم و غم سے فائدہ اکلا میوں پانی منی آگنی تہ آج شہری مزاج کی حسرت پرستیاں ہر دی اہم سے بڑھا اور ہیں الم</p>	<p>کس کو کہتے ہیں دیوتا کی سے ہم مانوس دیکھو ایستے ہیں دیوتا کی سے ہم آگاہ ہوئے ہیں کسی کی گلی سے ہم سو سکتے شہر سار ہوئے کسی سے ہم گو یا کہ آشنائی نہیں اب ہم سے ہم باز آئے ہمیشہ تری اس دہی سے ہم</p>	

کیا پوچھنا ہے لطف الہاے شوق کا وہ برسہ جفا ہیں تو ہم مائل و فافا ابر بار میں : ہوئے خنساں رہی منا نہیں جو ہوش کا اپنے کہیں پتا کس درجہ دل پذیر ہے جراتی خوں	لٹے ہیں ایسے رخ سے بھی کس غم سے تنگ آگئے ہیں شوق کی دہلیزی سے یعنی نہ بات کہیں گے نیکشی سے اب اسکا حال پوچھنے و انگلی سے نارنج ہیں شوق عنت فرزا نگلی سے
---	---

۱۸۹۶ء	حسرت ہیں وقت پیروی تو سن و نسیم کیوں سسلا ملائیں کسی لکھتوی سے ہم	تمام سو جان
-------	--	-------------

جنا سے بعد مردن بھی ہیں وہ شاد کرتے ہیں بنناں لب تک نہیں لیتے کبھی ہم یا گلشن میں کہیں کیا اجر میں کیونکر دل مضطرب ہوتا ہے نہیں ہیں یہ سب بات الٹی لکھن میں	لگا کر ہو کر ہیں خاکِ لہر باد کرتے ہیں تفس میں بھی خیالِ خاطر صبا کرتے ہیں نہ چھو کیسے تکیں دل ناشاد کرتے ہیں وہ میرا گریہ ناکام شاید یاد کرتے ہیں
--	---

۹۷	ہمارے مار دے یا رکاتلو اگر حسرت نہیں : دردگان درویشی فریاد کرتے ہیں	سکا پور
----	--	---------

تساہی نہ سبھوں : دھنگار ہوں تی بڑا نا نیو لے کج ادائی سب امان رائیں نے توڑ کے تو بہ شراب پوائی گئے وہ دین کہ تنا وصالِ یام کی تھی ترا یہ رنگ کہ ہے بے سبب تھا کھ سے تو دوں بہشت کے بدلے میں ایک جام شراب	رلائیے : یحییٰ خود ہی بقیار ہوں میر بکر کے تھپے سے نہایت ہی فرسار ہوں میر رہیں ابر ہوں نہت کش بہار ہوں میر یہ حال اب ہے کہ ممنون حیرا ہوں میر مرا یہ حال کہ بیوج مقبیرا ہوں میر نہ آفتاب سے بدلوں و باد و خوار ہوں میر
---	---

۱۹۹۱ء	وہ درد مند ہوں حسرت اگر اب بچا ہے ستم کر جسے جو لطف بھی کوئی تو اس کا ہار ہوں میں	فنجور مہرود
<p>۱۹۹۲ء</p> <p>اہل دوس میں میں نہ رہا نہیں نہ خواہوں نہ ہوں خود دیا ہے محبت کا پتہ چھو حال کچھ دیا الفت سے نہیں تفت گر کیا کم چہ لے خوش قسمت شراب خودی سے مست ہو جو فانی جھکو کیا معلوم کتنے ہیں کئے لئے گئی ہے خودی کیا جانے جھکو کہاں خودی میں کیا ہوا کرتا ہے کیا جانے کوئی حقہ بختاں محبت کا یہ کہتا ہے نصیب</p>	<p>۱۹۹۳ء</p> <p>نام آزادی زباں پر سیری حسرت آئے تو کس کے آخروام الفت کے گرفتاروں میں</p> <p>۱۹۹۴ء</p> <p>ہو جیسا ہم پہ نہ ہم شکوہ بیداد کریں ظہن وہ بعد کو دیں ست محبت کا مجھے بیل ثوق میں ملتا ہے تڑپنے میں مزا لیا تھا ہے اسیران نفس کو میناد</p>	<p>۱۹۹۵ء</p> <p>بہ خود ہر دو جہاں ہوں تیکے سزاروں میں بغیر غلامی میں ہوں باطن میں شیاروں میں ہوں عاشقان درد کے میں کفش بہ داروں میں ہوں اے شہ قنبر ان آنکھوں کے پیاروں میں ہوں وہ مری سرکار میں اُنکے دقل داروں میں ہوں میں نہیں ہوں محفل یار میں یاروں میں ہوں سب جھگڑتے ہیں ہی جھگو کر بیکاروں میں ہوں ظاہر آشوب ہوتا ہے میں سے داروں میں ہوں</p>
۱۹۹۶ء	نام آزادی زباں پر سیری حسرت آئے تو کس کے آخروام الفت کے گرفتاروں میں	۱۹۹۷ء
<p>۱۹۹۸ء</p> <p>ہو جیسا ہم پہ نہ ہم شکوہ بیداد کریں ظہن وہ بعد کو دیں ست محبت کا مجھے بیل ثوق میں ملتا ہے تڑپنے میں مزا لیا تھا ہے اسیران نفس کو میناد</p>	<p>۱۹۹۹ء</p> <p>اس کا کیا خاطر ہے کیا دیکھیں پیلے خود بخود ہی میں عذو یاد کریں سخت جانی کا گلاں ہم پہ نہ جلا د کریں دلی ہلا دیں جو کہی درد سے فریاد کریں</p>	۱۹۹۹ء
۱۹۹۹ء	اور ہو جانے کی یچین طبیعت حسرت عیش ایام متن کو نہ ہم یاد کریں	علیؑ ٹھہ کالج
سیر کی عمر ساری کوئے جانا کی گلاں میں	بلا جانے مری کیا ہی سے فرماؤنی میں	

نہیں معلوم یہ کس کتبہ اداں کا چھٹ ہے خیال یار سے تسکین خاطر ہو تو ہوتا یہ زہے بیکس نوازی، وہ دل بیا رہا نہیں	کہ پھرتا تھا جاتا ہی تھوکی جہ سانی تسلی اور دیکھا کوئی شبائے جدائی نہیں کہتے شہر مشہور میں کوچ ادا کی
منزلہ جفا میں جو رہی تھی یہ وہ جبر آزماں میں	جواب نامہ ہا ہے ہوئی سے عروم میں حسرت علیکہ کار
ترک ہوس زلفت چلیبیا نہیں ملن پھر اور تانا بن کا سبب کیا ہے خدا یا تسکین سے بڑھتی ہی ملین اور بھی دلی نقش قدیم یار کو بھی پاس ادب سے کرب تکہ دل مضطر کو ہے درد سے فراد اسی تجو دی ہو کہ کس سے نکایت	اب جاے مرے سر سے یہ سودا میں یاد نہ آوں اٹھیں ایسا نہیں یعنی تپش قسم کا مدد نہیں شش کہتے پاس سے لگانا نہیں اب لے ستم سیر تھا مٹا نہیں وہ سامنے ہیں پھر بھی تاشا نہیں
خداوند حسرت سے یہے جو سراپا نہیں ملن	چھت کی تہا ہوتے کو چنے کے ہوتے دفعہ کھونا
خداوند سے جہت دور ہوں میں عہد و پیمانے لطیف زہی دستی لگی ہے مرے لب پہ ہر خوشی دکھا دوں غزا کو ان کے ستم کا	شراب محبت کا غور ہوں میں تنانا کی عیش ہو فور ہوں میں اگر واقف ترستور ہوں میں اگر پاس الفت سے پور ہوں میں
ادراگت سے	خراپائیاں محبت کا بند ناہ مقام ہوا وہی حسرت رنڈ مشہور ہوں میں

وہ کس کس شرم سے غرق ہو کر رہے ہیں بجسرت دیکھتے ہیں غیر یلکے و کرم آنکے گر قرار ان غم کو کیا ضرورت تمیز ظاہر کی نمایا دیتی ہے صغوں یا اس جو غافل کی	گر پاس وفا کے عاشق لگیں کرتے ہیں بہ ناکامی سپاس آہ بے آفر کرتے ہیں تیرے سوداؤں کو لوگ کیوں بخیر کرتے ہیں بڑی شکل سے مکتوب وفا تحریر کرتے ہیں
نہیں یا ریلے غابوشی کہاں تک غنیمت حسرت افراق یار میں غم تاملہ مستبگیر کرتے ہیں	عقیدہ کالج
سنتے ہیں اس اداسے کہ گویا تھا نہیں تسکین بخشش سے بڑا درد اور بھی شوق بقا سے درد کی ہیں ساری ظاہر کتک کسی کے تازہ نقل اٹھانے ل محرور ہوں نے دل کا یہ کیا حال کر دیا ارماں مرے وصال میں نکلیں تو کس طرح شوق جہاں آج تک اُسے ہم ہے آتا تو ہوں خیال میں اُنکے کبھی کبھی خود اُسکو میری عرض تناسے شوق پر میری نگاہ شوق پر اسدرجہ نغمیاں	کیا آپ کی نگاہ سے میں آشتا نہیں سینے غم لہذاق کی کوئی دوانس ورنہ دعا سے اور کوئی دعا نہیں کیا ہمتی صبر کی کچھ آشتا نہیں گویا اسیر ہوں سے ہم آشتا نہیں جہش طرب سے دل تیرا میں راستا نہیں کتنا ہے اُنکو کہ وہ بار فاش ہیں میں درد و جفا ہوں تو یہ بھی برا نہیں کیوں درد نہ یوں اُسے ہے کہ گویا سنا نہیں اور اپنی پیشتم شوق کو مطلق سنا نہیں
ایچ سنت ۱۹۷۰ء	حسرت مرے کلام میں موتی کے رنگ ہیں ملک سخن میں مہسبا کوئی دوسرا نہیں
کب یہ کہتے ہیں کہ ہم تیرے گنگا نہیں	ہاں مگر اتنی جفا کے بھی سزاوار نہیں

اب نہ کہتا کہ ہیں رسم سے انکار نہیں ہو خیاری ہے جی میری کہ ہشیار نہیں جایے جاوے اب ہلکو بھی امر نہیں	سیرے اظہارِ ندرت کو چشمان کیا عقل بھی اہل میں اک شبہ حیرانی ہے نہی آپ جناسے جو نہیں باز آئے	
مقام جہانی	خری شوقِ تہادت کو مبارک حسرت نچھکو ایرام ہے اُس شمع کو انکار نہیں	۵ جولائی ۱۹۳۳ء
قید کا لطف نہیں راحتِ آزادی میں پڑ گئے آبلے آخر لبِ فریاد میں	دنگ حرماں وہ کہاں زعفرانہ شادی میں دنگ لایا اثر سوزِ دروں کا شکوہ	
۴	حسرت اک دیکے واں ایک ہے دریائے واں فرقِ نہ ناخ و آتش کی ہے مستاد میں	۶ جولائی ۱۹۳۳ء
میں کہ دلدادہ محبت ہوں شاعرِ مبتلا طبعیت ہوں سست ہوں ہوشیار حیرت ہوں صاحبِ دولتِ فراغت ہوں	محوِ حسرت ہوں وقفِ محنت میں لا آباالی مزاج رکھتا ہوں عالمِ بخودی میں ہے مسکن عکراںِ دلیر استغنا	
شاعرہ علیگڑھ کالج	الغرض کیا تاؤں کون ہوں میں حسرتِ آشنائے حسرت ہوں	۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء
اک دھوم سی مچی ہے ستانِ نرہ زن میں باتے ہیں دس حیرت اُس بُت کی فہم میں تشبہِ گل میں پائی ہے : باہن میں چرچا ہے کس صم کا ہر شیخ و برہن میں	نصل بہار آئی ہے جوشِ گل چین میں سیکھی تھی خود فروشی کتب میں آرزو سے تیری زاکتوں کی اسے ناز کی سراپا دیوانہ کر دیا ہے یہ کس کی آرزو سے	

<p>تو بگئی فصل گل کیا بہان ہار سائی اس جانِ مستطرب کی گونہ قرار آئے</p>	<p>جان آ پئی ہے پھر کچھ اک خواہش کہ میں رفت کہ شوخاں ہے اس حسنِ مہر فک میں</p>
<p>۹۹ شہدہ جانے کو یوں تو حسرت جلتے ہیں انہیں میں</p>	<p>وہاں حیرتِ محبت کچھ دیکھتے نہ رہے گی ملکیدہ کالج</p>
<p>میں ہوں لے زلف سب تیرے پر پٹا توں میں دستِ نازک سے وقار کے نہ اٹھی تلوار کوئی سرخوش ہو کوئی مست ہو کوئی بھڑاب کر دیا جس نے مجھے دونوں جہانے فانی گھر کے ارما توں میں کنا وہ قصور کا توں سے</p>	<p>امیر اچھی لکھا سے ترے دیوانوں میں اور ہوا ام مرا منت را بخانوں میں لکشیوں کے بھی عجب لکھیں بیخاؤں میں ایسی کیا شے تھی وہ ساتی تیرے پاؤں میں ہاں یہ جھک کر کہاں لائے ہیں بیگانوں میں</p>
<p>یادِ ایام کہ ہم جو جی جنوں میں حسرت خوار پھرتے تھے پریشان مایانوں میں</p>	<p>نہجور سہو</p>
<p>درواہم نقشِ حالی دلِ زار چہ گویم اندازہ لطفِ ستم یار نہ انم میک جلوہ مستش ز جہاں بخیرم کرد</p>	<p>رفنا بزمِ مریخ گرفتار چلویم اسے بخیر از لذتِ زوار چلویم وز حالی تا شامے نایار چلویم</p>
<p>۱۰۰ شہدہ کر دے چہ با حسرت یار چلویم</p>	<p>بہمہ ہی احباب جھلے غم ہیں مقامِ مہمان</p>
<p>میں تو سمجھا تھا قیامت ہو گئی سجدوں میں کون جائے دعا عطا جب میں جانوں ل میں بھی خوش یا</p>	<p>خیر پھر صاحبِ سلامت ہو گئی اب تو اک بت سے ارادت ہو گئی اگرچہ ظاہر میں عداوت ہو گئی</p>

غیر کی صحبت تھیات ہوگی	انکوں کی معلوم تھی طسیر جیفا
رقم فیچر مسودہ	عشق نے اُنکے کھادی شاعری اب تو اچھی ہو گئی
بیسی کر لی ہے وریانی مری بد توں روئی پریشانی مری اے ری چوٹی پشیمانی مری ہنس رہی ہے پاکدامنی مری دیکھ ہی جاؤ پریشانی مری وہ جو نہاں تھی پریشانی مری	اے ری بر باد سامانی مری مجھسا آوارہ بنایا میرے بعد چوم کر اُنکے قدم نام نہون ہو رہا ہے غیر مجھ سے رنگاں واسطہ زکعت پریشاں کا نہیں ہو گئی غامریاں میں شعر میں
موضع کھوٹا	ہو جسے ہو خواہی اہل سلیم تھکے تو اچھی ہے نادانی مری
کوئی پوچھے دل اندوہیں سے گئی ہے اُنکے پائے کرتیں سے کہ باں کا کام لیتے ہیں نہیں سے بھیا دقبا ہے آپ بختیں سے غنٹ بھاتے ہیں حتم شکر میں سے	کنا کیا اُنکے ورد و دل نہیں سے حنا محسوس چشم ہاتھیاں سے وہ اس انداز سے کہتے ہیں انکار کا شا ہے دل و لہجہ آگ ساقی ستم کرتے ہیں برے میں حیا کے
بربان شدیم	ستم کو سے باہاں ہو کر حسرت ہوا آتی فردوس رس سے
دیکھی جو نہیں آپ کی صورت کئی دن سے	مضطر ہے بیت میری طبیعت کئی دن سے

<p>بچانے سے محروم پیدا نہ ہو رہی چھوڑے نہ چھوڑے پھر فتنہ فتنہ بچا بھی نہ ہو مگر تصور کو کمال نہیں ہیں جنوں بخود دی عشق کو احباب نہیں فتنہ محشر نے کیا دوسل سے انکار</p>	<p>میرنی نہیں ساتی کی عزت کی دن سے بے چہری طبیعت کی دن سے نہیں نہیں رونے کی بھی عزت کی دن سے نہیں ہے کیا کھری حیرت کی دن سے برایا ہے عزت دہن قیامت کی دن سے</p>
<p>۱۴۷</p>	<p>۱۴۸</p>
<p>ہزاروں بار شکے نہک لیکن چھوڑی کم ہزاروں بار سے مرے ہزاروں ہو گئے زندہ ہزاروں بار چھوڑا جوش غما سے فرقت نے یا پھر جذبہ بے اختیار عشق نے دایس ہے کوئی کہاں تک کنگھڑا سے محبت میں بغاے نار دے یار بھی اک لہفت تیاں ہی</p>	<p>آگہی اور کیسے آرزوئے خیم غم ہزاروں بار آواز پکے تیرے انداز قدم ہزاروں بار آواز پکے تیرے سر کی قسم ابھی ہم کو یہ جاناں سے تھے دہی تو مٹ گئے ہم جہان سے نکلیں حشر کی نہ تو مٹ گئے کس سے نہ ایدل دکھناؤ دن ہم نکلیں</p>
<p>۱۴۹</p>	<p>۱۵۰</p>
<p>و جو یمن ہو سے دیکھتے حالت میری رات پھر اُنکے تصور سے ہو کہیں باتیں ذہن درد جگر سے ہے ہی کچھ آگاہ شکر و شوق میری جیتی ہو کوئی رونے کا</p>	<p>ہو گئی اور پریشان طبیعت میری کیا ہی آرام سے گزری شب فرقت میری اللہ اللہ ہی یمن طبیعت میری بھیٹتی دیتی نہیں چین سے حسرت میری</p>

<p>و کچھ لکھا کہ وفا سیری رلائے گی تیرا بقیہ اسی شب مجراں کی غم غریب بچھے</p>	<p>ایدا کہئے گل مراد بعد محبت سیر کچھ عیب پیر پلے درو طبیعت پر</p>
<p>۲۱ سوال مسئلہ لوگ کہتے ہیں کہ ہے اکو محبت سیری</p>	<p>آہ وہ نہ کر چہرہ منہ کے کسی ٹکا ہوا</p>
<p>فکر آزاد سی و تارام سے آزاد ہے منت لطف عزیزاں سے تو آزاد ہے صفت بخودی شوق نہ پوچھو ہم سے لطف اس میں ہی بلا نسبت جانا شے ہیں روئے جا ناں کو نہ مانت کہی غائے کی ہونی ہم ایران نفس حال کہیں کیا اینا</p>	<p>غم بھر خوب ہوا قیدی سیاد ہم سفر میں ہے انا و بھی تو شاد رہ مست ہو کر غم کو نہیں لے آزاد رہ غم شبہا سے جہانی سے بھی ہم شاد رہ یعنی ہم جبرتی حسن خدا واد رہ عمر ہر سر مور دے رمی صیاد رہ</p>
<p>۹۹ قصہ ترک محبت کی حقیقت معلوم جہریت اور قید غم عشق سے آزاد ہے</p>	<p>علی گڑھ کا</p>
<p>کہاں تکو ہے جسے جو بنا روا کے سناتے ہیں اُنھیں افسانہ قیس زباں کو وقت شکر جو نہ کر کے نگاہ شوق کو تنکو ہے بہت ہیں کچھ ایسا لطف ہی ان کے ستم میں شام جاں عطسہ مور با ہے</p>	<p>کہاں اب شوق میں اُنکی جفا بیانے ہیں یہ عرض مدعا مرنے کیا کیا لے اُنکی جفا تھا لے جلوہ حیرت فزا وفا قربان ہوتی ہے جفا دکن سے آئے ہیں جھونٹے صبا</p>
<p>نگاہوں میں ہے ہیں اپنی حسرت</p>	<p></p>

۱۹۶۷ء	وہ بیلوسے اُنکے رنڈاڑیا کے	مقام آباد
۱۹۶۸ء	زبیاں پر سیری حسرت کلمہ سئل علی کیوں	نہ ہے قسمت مٹا ہے نام لکھا آج کا دل تھے
۱۹۶۹ء	نہ کیے گرتو کیا کیے اگر کیے تو کیا کیے اُسکو دوست کیے یا کیے آشنا کیے کے اب محرم را ز دل درو آشنا کیے نگاہ شوق کو کسی نظر کا آشنا کیے خیال یار سے دردِ جگر کا ماجرا کیے کہاں یہ صدمہ اسے غم اٹھاتے ہیں کہ کیا کیے	مجران کا یار کس زباں سے ماجرا کیے بغم جز خیال یا ر اپنا کون مونس کیے بھیجے قدرو ان گریہ حسرت کے یار بھیجے دل کو ہم کے شوق بے نہایت کا سی سے کچھ تسلی ہو دل ناشاد کی تاثیر ماں ہر لحظہ پیشِ دوستِ محو لطف رہتے تھے
۱۹۷۰ء	تیسیم صبح باقی ہے سوکھتے کن حسرت نیشہ ہے جدائی کا اسی سے بڑا کیے	نیشہ ہے جدائی کا اسی سے بڑا کیے
۱۹۷۱ء	نہی اڑو میں نہیں حسرت وہی ہے ہوئی گرچہ ترکِ محبت کو مدت نہا ہر وہ ہر چند مجھ سے فقاہوں جو کی مے سے تو بہ ہی تو کیسی توبہ	نہی اڑو میں نہیں حسرت وہی ہے ہوئی گرچہ ترکِ محبت کو مدت نہا ہر وہ ہر چند مجھ سے فقاہوں جو کی مے سے تو بہ ہی تو کیسی توبہ

<p>نہجور سہوہ</p>	<p>سہر ہوگی گویا کبیش چہر سہرست ابھی تک تپ نہ کر کی شدت دہی ہے</p>
<p>ہیں بچی خواہش ترک بہت بڑھتی اوہوہو لیں تن سے شہادت بڑھتی دل بھرت نہ بہت کی نہ بہت بڑھتی جا گر ہے یوں کہ انکو بھرتے الفت بڑھتی مرے دست تنہا کی شہادت بڑھتی باقی دل میرا کی مہر سے روز حیرت بڑھتی تمہارے جو رہے پایاں کی لذت بڑھتی جا</p>	<p>جنت تہری بہت سے بہرورت بڑھتی جاتی ہو اوہوہو جو بہت سے بہرورت بڑھتی جاتی ہو وہاں ہمارا رہتا ہے ہمیں بہت سے بہت سے بہا ہر ان میں گوشتے تنہا کی جاتی ہو سکھادی ہیں ہماری خوشیاں کچھ لطف جاتی ہو جمال یار میں ہر دم ہر دم بڑھتی جاتی ہو طہیت ہو کر دروہیت ہوتی جاتی ہو</p>
<p>۱۹۹۶</p>	<p>اوہوہو کو وہاں بہت سے بہت سے اوہوہو کو وہاں بہت سے بہت سے</p>
<p>گہاں کی پارسانی کسی تو بہت جاہم لانا مرا سر کیسے کھانا بھلا کچھ میں نے مانا انہیں جو وہ جفا کا ٹکڑا اتو بہا کہ انکو آگیا دہشت کا ستانا کہ جو شہر ہے اب تک نہیں آئی</p>	<p>سبارا آئی ہے ساری باہر گلگوں پلا بھی ہوا کیا فائدہ صبح نہ چھٹا ہے جیسا ہے ستم کیا کیا ہو گئے پردہ صبر و رانی میں ہر لدی انکی عمارت صحت اچانے کسی یہ حالت اتنے ضعف کر دی ہری تر</p>
<p>۱۹۹۷</p>	<p>وہاں بہت سے بہت سے وہاں بہت سے بہت سے</p>
<p>یاں بھی پر دانیں کرتا کوئی</p>	<p>نہ لے کر نہیں لیتا کوئی</p>

لطف پر ختم ختم کرتے ہیں تا اسیدی کا برا ہو یاد آئیں گی وفا میں سیری	کرنے پاتا نہیں شکوہ کوئی اب کسی دل میں تنہا کوئی عجب ناشید اڑے گا کوئی	
۱۹۹۰ء	خود ہی بد نام جہاں ہوں حسرت کیا کرے گا مجھے رسوا کہیں	منتظر
از دل شد گاں حجاب تاکے لے آتش ہجر یاد رہے مغرور مشو بہ دلیذیری تاکے یہ ہوئے تو بدوزم	یعنی زمن اکتاب تاکے آخر ز تو دل کباب تاکے اپی رونق و آب دتاب تاکے لے غیرت آناب تاکے	
۱۶ مارچ ۱۹۹۰ء	سستی بگڑے حسرت آخرت اس بگڑے دریاب تاکے	علیگڑہ کالج
ہمہ طعن میں ترک الفت کے موز و لطف یار تھے جب ہم بس بے ناکامی و فاسک خیال گریہ مقبرہ احمد دہلی ظلم کر کے مری و فاسے یہ کیوں	یہ نئے ڈھنگ میں شرارت کے وہ بھی ایام تھے قیامت کے اب میں حصے محبت کے ہم تو قائل ہیں تری لذت کے دورے ہیں کچھ شکایت کے	
۱۳ اپریل ۱۹۹۰ء	جان ناکامی محبت ہے موتے ہیں یہ اشک حسرت کے	شاعرہ علیگڑہ کالج
فکر سے تو نہ ہوا وصل کا سماں کوئی	تو ہی نہ بیر تابا اس دلِ نادان کوئی	

وصل میں نذر نہیں درخوار جا ناں کوئی ہنے بھی شکوہ بداد کی کھائی سے قسم موسم گل میں غریب نگاہیں دیوانوں کے	خود شوق سے ہوتا نہیں سامان کوئی دیکھو چور کار جیسے نہ اراں کوئی چاکہ داں جو کوئی چاکہ گریاں کوئی
۱۹۰۰ء	رہ نوروان غنوں سے اسے پوچھو حسرت جانے کیا مرتبہ غار فیضان کوئی
تا تیر مہر کی ہے نہ میری دعا کی ہے دل میں بھی اپنے پورے نادم نہیں ہوا اگر شب فراق سے دیا بجات کون بستے ہیں آج کل ہیں وہ پھر مائل مہنا	وہ مائل دعا ہیں یہ قدرت خدا کی ہے سچ کو قسم نہیں میری دعا کی ہے جان نزار پر یہ عنایت قضا کی ہے تقدیر اوج پر دلی درد آشا کی ہے
۱۹۰۱ء	حسرت غلام تاریخ روز شمار ہے شب اُسکو فکرِ ریش روز شمار کی ہے
چادر میں چھپے ہوئے حیا سے شاقوں نے گہری لی زیاہت وہ مجھ پر کرم کریں تو کیوں کر علوم بڑا نئی کج ادائی ہم ہیں از غوغا سے ناخوش	کیا کہیے وہ آسے کس اداسے تم کام نہ لے سکے حیا سے مجبور ہیں عادت جفا سے کس فائدہ عرض مدعا سے شکوہ نہیں آگئی جفا سے
۱۹۰۲ء	کچھ عرض ہی کر کے نہ حسرت نادم ہیں ہم اپنے مدعا سے
بیکلی سے مجھے راحت ہوگی	پھیڑوں آپ غایت ہوگی

وہ بھی گراؤ مٹی اجازت ہوگی آج ہر درد کی شدت ہوگی ضعیف غم کی اجازت ہوگی	وہ میں اُنکے قدم چریں گے بقیہ رازی کے فرسے لوٹیں گے ایک دن کدلی کے جی رو میں گے	
فیچور سہوہ	قصہ غم نہ کہوں گا حسرت جور کی اُنکے شکایت ہوگی	۱۸۹۷ء
دردِ الفت بھی غنیمت عیش فزا ہوتا ہے اب کوئی لاکھ بھی سمجھائے تو کیا ہوتا ہے دردِ خود دردِ محبت کی دوا ہوتا ہے جب نظر کرتی ہے اک لطف نیا ہوتا ہے میں ہوں خوب کہ اب دیکھیے کیا ہوتا ہے	رنجِ جبراس میں قیامت کا مزا ہوتا ہے جا بیکا سر پہ ہے عشقِ تباں کا سودا خوگرِ بچر کو ہوتی ہے تڑپ سے تسکین چشمِ جانان کے ہیں نیلے زلے آغاز وہ خفا ہیں کہ دعا بھی تھی شکایت میری	
علیگڑھ کالج	شکوہ غم نہ کیا ہے نہ کرونگا حسرت اس میں ہمیری جان کا گلا ہوتا ہے	۱۹۰۰ء
مرثیہ یا بند کو مرغانِ جن بھول گئے کہ طریقِ گلہ رنج و سخن بھول گئے لوگ افسانہ عذرا و دمن بھول گئے ہم بھی بابِ نچھلے عہدِ سخن بھول گئے یعنی ہم پیر دی اہل سخن بھول گئے	حسرتِ زار کو یارانِ وطن بھول گئے ہنے تکلیفِ محبت میں وہ راحت پائی خوبروئی ترسی مشہور ہوئی عالم میں نہ لٹکے دل تباہ کرے لاکھ ہزار قلیہ درد سے ہیں درد سراپا استاد	
	ایک ہمدردی تو ابھی امیں حسرت سودہ رسوا بھی اُسے باکے کن بھول گئے	

<p>ساتی ہے چٹن گل ہے لب جو بار ہے شوقی جوں ہے آؤ فصل بہار ہے افسانہ مصائب جہان تھا در و خیز چھڑا ہے دست شوق نے مجھے غماں ہے آنکلی اداے مست کا جاتا نہیں خیال وہ بے مرنے تھے کاٹش در و بکر کے ساتھ</p>	<p>تو بھی ٹوٹ جائے تو پوری بہار ہے دامن صبر دل شد گاہ تار تار ہے نچو ار کو بھی میرے سر نگار ہے گویا کہ اپنے دل پہ مجھے اختیار ہے آنکھوں میں لطف شب کا بھی تک تار ہے اب اٹھکا رہا نکھ نہ دل مقبیلار ہے</p>
--	--

۲۶ فروری ۱۹۹۶ء	<p>تا یہ جہاں سے حسرت دیوانہ چل با ہاں ہاں جہی تو حیرت منوں اٹھتا رہے</p>	تبلیغی شاہ ظفر دہلوی
----------------	--	----------------------

<p>پھر تامل کیلئے ہے گرفتار میں ہے امتحان صبر فاطمہ ہے تجھے نہ نظر کم گناہی چھڑے ہے صر ملے موجفا سو اگر منظور ہے اندازہ صبر و قرار چھڑے تو ہمسے تاکا ہونے کیوں تو ہی بنا ہے تجھے منظور رہا نامرالے و شکن ہلوری میں آرزو میں مل کے آپس میں میری جانب سے بچاؤ نہیں کوئی کمی تونے لے چاں شکن کیوں بھرنے چھڑا گرم</p>	<p>سچ بنا کیا تیرے آخر میرے دل میں ہے یا مری جانب سے باقی کچھ کدورت دل میں ہے یا زانی اور ہی کوئی شرارت دل میں ہے امتحان دینے کی پائل لپکے طاقت دل میں ہے ناز و داری کی آیا قابلیت دل میں ہے یا نہیں تو خواہش ترک محبت دل میں ہے کچھ ادائی سے تری برپا قیامت دل میں ہے میری پر بھی تری دسی ہی الفت دل میں ہے آرزو سے شوق سرگرم شکایت دل میں ہے</p>
---	--

۳۰ اگست ۱۹۹۶ء	<p>اے تامل کی گیش دماں اور تو سب خول ہو سے ایک باقی تیری پاؤسی کی حسرت دل میں ہے</p>	علی گڑھ کالج
---------------	---	--------------

<p>دار فغان جلوہ جان کہ ہر گئے ہو و خزاں نے رونق بخش سے کیا کیا کرنے لگے کرم کے عوین کج ادبیاں وہ برسر کرم ہیں تو ہم ہوش میں نہیں اب تک در قبول سے نالے پھر نہیں</p>	<p>لے شخصیں بخودی ترسہ مہاں کہ ہر گئے مرغاب باغ بادل نالاں کہ ہر گئے وہ وند ہاے لطف فراواں کہ ہر گئے یار ہاے دل کے سب اراں کہ ہر گئے کیا دبا ہے کہ ہو کے پیشیاں کہ ہر گئے</p>
<p>۲۵ نومبر ۱۹۰۶ء</p>	<p>حسرت جفا سے یاری کیوں ہیں نکستیں پاس و فاک و دہرے چاہاں کہ ہر گئے</p>
<p>بھوم بھوم آئے لگا ابر باری دیکھیے پھر ہے اُس میدان کے شوق عین آتش ہے تنہا دل میں اتنا کاک لگا لطف کی جوش گُل کے ساتھ پھر خوشیوں بڑھنے لگا یار سے خط بالبت بھی سودہ بھی اب نہیں ناز و اراں دکھائے نامے میں مجھے خاطر محروم کا اندھے سے پاس و فاک</p>	<p>کتنا ک بانی ہے یہ ہیر نگاری دیکھیے خاطر اکام کی بے اختیاری دیکھیے جو رہا دیکھیے مسرت ہماری دیکھیے اٹھ چلی دنیا سے رسم ہوشیاری دیکھیے بخت نامہ واد کی ناساد گاری دیکھیے اُس سراپا ناز کی صفوں نگاری دیکھیے ہے ابھی تک مائل اسید واری دیکھیے</p>
<p>حال دل پر آگئی کبھی کبھی سو بھریں حسرت خواہم کی ترساری دیکھیے</p>	
<p>سروں کو بویا ہے کس شوق پامالی سے نظر میں پھر گئیں کیفیتیں سب عہد ساقی کی پریشانی پہ گیسو کے ہزاروں ناز ہیں شاید</p>	<p>نہ بوجھ اُس شرابی کے فرام لابی سے پھر آئے تنک خوش نظارہ مینا کے خالی سے وہ بے پروا ہیں نفرت مری آشفۃ خالی سے</p>

<p>نشان بیتے ہیں انکے سنج بہرہ کی بجالی سے بہت گیسے عمر سے قسانہ آفتہ مانی سے اگر سب جو حیرت ہیں کیسی خوش بجالی سے</p>	<p>انہیں مٹو کے میں الایہ جاری خوانشانی نے وہ عرض رحم کو تجھے شکایت چور بجالی کی یہ گل ہیں یا کھلے ہیں منہ حینان گلستان کے</p>
<p>ہماری قدر دان خوب کی شامینہ غم نے ملا ہے خلعت حسرت اسی دربار عالی سے</p>	
<p>میں نہیں ڈرتا تھا سبے خیر بیاک سے پوچھ لیں خود آپ اپنے غمزدہ جالاک سے کر دیا آزاد فکر گردش افلاک سے ذوق صہبا دور ہے ظالم ترے اور اک ہے سکوں دشوار صید بیتہ فخر اک پوچھ دیکھے کوئی ہم افتادگان خاک سے</p>	<p>خود بجاں آیا ہوں جو خاطر غمناک سے اضطراب دل کی آخر مجھے ہیں کیوں پریش گردن پائے ساقی تری کیا بات ہے و جہر ترک پارسائی تجھ سے واعظ کیا کہیں ہم اسیران ستم پر قہر ہے منع نغان شوق جنت سے ہیں پانچ عاشقان کھٹے یار</p>
<p>آہ درو آلود میں حسرت نہ ہو کیونکر اثر نکلی ہے آخر ماہے سیدہ صدیاک سے</p>	
<p>ایک عرض ہو جان اجڑے طور سے کچھ نہ چھو شغل ناکام شب و بچہ سے شوق سودا جا چکا اپنے سر پر شور سے پھر رلا ہے اُس زمان طیش کے مذکور سے کام مچھلو آپڑا ہے اُس بت معرور سے اور ہم رہنے لگے غمروم سے مجبور سے</p>	<p>ہم تنہا ہیں جلوہ ماہے ساقی مخمور سے رات بھر بوقی رہیں باتیں دل رنجور سے واقف دیوانگی ہیں مائل جوش جنوں بخشش وہ کیا ہوئے آغاز الفت کے مہر سے پرسش عشاق کو تجھے جو نقص دلیری وہ سراپا لطف منتون تعادل ہو گیا</p>

<p>نکود غم کی آواز ہوساں دہی نہیں ایک میں دم ہے دیارِ فوق کے دستور سے اب کہاں وہاں سیرِ عین کے لئے جا رہا اس قدر اصرار کیوں ہے عاشقِ تجھ سے تم کب انشت پر بھی دلی کھینچتا ہوں دیکھو اس کا قرنا آتش کو دور سے</p>	
<p>کیوں نہ ہوں آرد میں حسرت ہم نظری کی نظیر ہے تعلق ہم کو آخر خاکِ نیشا پور سے</p>	
<p>عذر گناہ پر بھی اس درجہ کج ادائی دل کی ہجومِ غم سے حالت بد لگتی ہے جبین کر رہی ہے محسوس کی تمنا کچھ بھی اثر نہیں ہے اُس پر جھلکے پہر تیرا منوں کہاں دے گریخت دست</p>	<p>اسد ری کم نگاہی اسد ری ہوجائی لے کاٹکے نہ ہوتی اُس شوخ سے لڑائی بتیاب کر رہا ہے رنجِ شبِ بدائی اس رنج بے اثر کی دیکھی شکستہ پائی کر آؤ ارسا کی کچھ تو ہی رہے غنائی</p>
<p>عفو خطا کی حسرت بیکار رہیں اسویدیں اُس دشمن و فائے اب ہو چکی صفائی</p>	
<p>شرمِ جفا سے لطف سراپا بنے تھے شاہِ جنوں نے خلعتِ آزادگی دیا</p>	<p>وہ آجکل ہیں جانِ تنابے ہوئے از غداں ہیں میں خیال کے صحرائے ہوئے</p>
<p>حسرت کہ تھے ذلے تماشائے روئے یار سو خود ہی پھر سے میں کا تماشائے ہوئے</p>	
<p>زیرِ باغی</p>	
<p>جاناں کہ ہزار جاں فدائیں بادا ایں رتبہ کجا کہ جاں فدائیں گویم</p>	<p>صد چون من زار در ہواش بادا البتہ فدائے خاکِ پالیش بادا</p>

عبارت خاتمہ دیوان حسرت موہانی حصہ اول (طبع ثانی)
 دیوان حسرت حصہ اول کا چلا ڈیشین تباہین سخن کی قدردانی و حوصلہ مندرانی کی
 بدولت بہت جلد ختم ہو گیا۔ پس اب کہ اُس کے دوبارہ چھاپنے کی فہمت آئی ہے
 چند امور ضروری گذارش طلب ہیں۔ مثلاً یہ کہ طبع اول میں صرف وہ غزلیں چھاپی
 گئی تھیں جو اردوئے معلیٰ اور دیگر ادبی رسا کی میں چھپ کر عام طور پر شائع ہو چکی تھیں
 اور طبع ثانی میں چند ابتدائی غزلیں بھی بطور مشتمل نمونہ از خروار سے بصورت ضمیمہ
 شامل کر دی گئی ہیں۔ طبع اول کے دیا چر میں بیان ہو چکا ہے کہ ۱۹۱۶ء سے
 ۱۹۲۰ء تک کی شاعری کا ایک بڑا مجموعہ نظمیں۔ قصیدوں۔ قطعوں۔ غزلوں
 اور نظم انگریزی کے ترجموں کی شکل میں راقم حروف کے پاس موجود ہے جس کی
 نسبت اگمان یہ تھا کہ نظر ثانی کے بعد قابل اشاعت ہو جائے گا۔ لیکن بعد میں
 کچھ تو اس خیال سے کہ ابتدائی کلام کی اصلاح و ترقی کی یہ کوشش کوہ کندن و کاہ
 بر آوردن کی مصداق قرار پائیگی اور کچھ اس لحاظ سے کہ رفتہ رفتہ راقم حروف کی
 طبیعت نے اپنے لیے اصناف سخن میں غزل اور صرف غزل کو اپنے حسب حال
 پاکر منتخب کر لیا ہے، اُس کل مجموعہ خرافات کو کب قلم نظر انداز کر دیا۔ البتہ
 چند غزلیں ضرور رہنے دیں۔ لیکن ان کو بھی اپنے ابتدائی لباس میں بلا اصلاح
 چھوڑ دیا تاکہ اہل نظر کو ان کے مطالعے سے راقم حروف کے مذاق سخن کی تدریجی ترقی کا
 اندازہ ہو سکے۔ ان غزلوں کی کڑوری اور بے لگی کے متعلق نقادان کلام سے عفو اور گذشتہ کی استدعا
 بندہ محبت فقیر حسرت موہانی علیحدہ

۴۔ اپریل ۱۹۱۶ء

242

1915 1414

(1414)

DUN RATE

